بیسویں صدی کی عظیم وکردار ساز شخصیت

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ

از :ڈاکٹر اختر مہدی
جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

فروری ۱۹۷۹ء میں انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی سے قبل دنیا کے کم ہی لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ ایران میں جہاں گذشتہ ڈھائی ہزار سال سے مطلق العنان شاہی حکومت کا دور دورہ رہا ہے، کوئی اسلامی انقلاب پروان چڑھ رہا ہے جس کی قیادت روح اللہ الموسوی المروف بہ امام خمینیؒ جیسے مذہبی عالم دین کے ہاتھوں میں ہے جنہیں شاہی حکومت نے ۱۴ سال قبل جلاء وطن کر دیا تھا اور جو ترکی، عراق اور فرانس میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن اس عظیم انقلاب کی رہنمائی سے قطعی غافل نہیں ہوئے اور آخر کار امریکہ جیسی دنیا کی عظیم طاقت کی بھرپور حمایت سے مالا مال رضا شاہ کو ایران چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور امام خمینیؒ یکم فروری ۱۹۷۹ء کو وطن مألوف یعنی ایران واپس آگئے اور انہوں نے اپنی دس روزہ خصوصی نقل و حرکت کے ذریعہ ایران کے اسلامی انقلاب کو ایسی عظیم الشان کامیابی سے ہمکنار کر دیا کہ دنیا کے ماہرین سیاست حیران رہ گئے اور جو لوگ اس عظیم عوامی انقلاب کو تودہ پارٹی کے اشتراکی انقلاب کا نام دے رہے تھے وہ امام خمینیؒ کے اس فیصلہ کن جملے سے بالکل مایوس ہو گئے کہ ”نہ ایک حرف کم نہ یک حرف زیاد، فقط جمہوری اسلامی۔“ اور اس

طرح ملک گیر پیمانے پر استصواب عامہ کے بعد اپریل ۱۹۷۹ء میں سر زمین ایران میں دنیا کی پہلی اسلامی جمہوری حکومت قائم ہو گئی، قرآن واحادیث کی روشنی میں ملک کے دستوری ڈھانچہ و آئین کی تدوین عمل میں آگئی اور آہستہ آہستہ پارلمانی انتخابات کے نتیجے میں مجلس شورای اسلامی اور دیگر اہم اداروں اور تنظیموں کی تشکیل ہوتی چلی گئی۔

انقلاب اسلامی ایران کا سر سری مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام خمینیؒ فقط ایرانی مسلمانوں کی اصلاح کے خواہاں نہیں تھے بلکہ وہ عالم اسلام میں تعمیری اصلاحات کے خواہاں تھے اور اسی پاکیزہ مشن کی کامیابی کے لئے انہوں نے اسلام اور ملت اسلامیہ کی نمایاں خدمت انجام دی اور اس مادیت پرست مشینی دور میں بھی یہ ثابت کر دیا کہ جو لوگ خدا کی راہ میں خلوص نیت اور اٹل ارادہ کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے ہیں انہیں بہر حال تائید غیبی حاصل ہوا کرتی ہے۔ ذیل میں بعض ایسے موضوعات کی نشاندہی مقصود ہے جو امام خمینیؒ کی انقلابی زندگی کا اہم حصہ رہے ہیں لیکن اکثر افراد نے ان موضوعات کی اہمیت وافادیت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں فرمائی ہے۔

ا۔ دعوت اتحاد اسلامی:

مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد ایک ایسا موضوع رہا ہے جس کی اہمیت وافادیت کا اعتراف دنیا کے ہر باشعور مسلمان نے کیا ہے اور اسلامی دنیا کے نامور مفکرین ودانشور مثلاً شیخ محمد عبدہ، شیخ محمد شلتوت، محمد اقبال، سید جمال الدین اسد آبادی اور سید محمد قطب وعلامہ بروجردی جیسے لوگوں نے امام خمینیؒ سے پہلے اپنے تحریری اور تقریری پیغامات کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو اتحاد کی برکتوں اور تفرقہ کی لعنتوں کی طرف بار بار متوجہ کیا تھا لیکن اس مشن میں امام خمینیؒ کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ یقیناً عدیم المثال ہے۔ اس

دعوت اتحاد میں امام خمینیؒ کی کامیابی کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے سیاسی شعور کو بیدار کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنی بات رکھی اور اس سلسلے میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھی بلکہ واضح لفظوں میں یہ اعلان کرتے رہے کہ وحدت اسلامی سے میری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ سنی، شیعہ اور شیعہ حضرات سنی ہو جائیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ دونوں جماعتیں اپنے مذہبی عقائد پر ثابت قدم رہتے ہوئے اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے امت اسلامیہ عالم سے اپیل کی کہ سنی بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ۱۷ ربیع الاوّل کو اس دنیا میں تشریف لائے لہٰذا دونوں جماعتوں کے مذہبی عقائد و جذبات کا احترام کرتے ہوئے دنیا کے ہر گوشہ میں ۱۲ سے ۱۷ ربیع الاوّل تک ہفتہ وحدت منایا جائے اور نامور علماء کو دعوت دی جائے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد قائم کرنے کی کوشش کریں۔ انہوں نے ایک مرد فقیہ کی حیثیت سے شیعوں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ برادر اہلسنت کے ساتھ نماز جماعت میں شریک ہوں اور خصوصیت کے ساتھ نماز جمعہ کے قیام کا اہتمام کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ امام سنی مسلک کا ہے یا شیعہ مسلک کا بلکہ یہ دیکھیں کہ نماز جمعہ ادا کرنی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے حج کے موقع پر امام حرم کے پیچھے نماز ادا کرنے کی تاکید بھی فرمائی۔

اس کے علاوہ انہوں نے اپنی بے شمار تقریروں اور اپنے پیغاموں میں وحدت واتحاد کے سلسلے میں مسلمانوں کے اذہان عالیہ کو جھنجھوڑنے کے لئے جو باتیں بیان فرمائیں اس کا نچوڑ یہ ہے کہ قرآن مجید ہم مسلمانوں کو جگہ جگہ وحدت واتحاد قائم کرنے اور تفرقہ واختلاف سے دور رہنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآنی آیات نے صرف صدر اسلام کے

مسلمانوں سے خطاب نہیں فرمایا بلکہ قرآن ہم لوگوں سے بھی مخاطب ہے اور یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ دشمنان اسلام تمہارے درمیان اختلاف کو فروغ دینا چاہتے ہیں لہٰذا تم ان کی سازشوں سے ہوشیار رہو۔ اور مسلمانو! اگر ہم لوگ واقعی پرچم اسلام کی سربلندی کے خواہاں ہیں تو ہمیں چاہیے کہ آپسی تفرقہ، ایک دوسرے کے خلاف بے بنیاد پروپگنڈہ، اختلافی موضوعات پر بحث ومباحثہ اور پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی کے سلسلے میں مناظرہ کرنے کے بجائے تمام برادران اسلام باہم متحد ہو جائیں کیونکہ عصر حاضر میں امت اسلامیہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کا علاج ان چیزوں سے نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کا واحد علاج وحدت واتحاد اسلامی ہے۔ کل صدر اسلام کے مسلمانوں نے اس راہ میں اپنا مکمل سرمایہ حیات قربان کردیا تھا اور آج ہم اپنے نفس کی تسکین اور سطحی مفاد کے حصول کے لئے اسلام کو بھینٹ چڑھانے میں ہچکچاہٹ بھی محسوس نہیں کرتے۔

خدا کا شکر ہے کہ ان کی اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا اور سرزمین ایران میں تفرقہ واختلاف نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی۔ تمام مسلمان اپنے عقائد پر ثابت قدم رہتے ہوئے باہمی اتحاد سے کام لے رہے ہیں اور عالمی سطح پر اس کا یہ اثر مرتب ہوا ہے کہ آج سعودی ولی عہد اور ایرانی حکمرانوں کے درمیان کسی مترجم کی مدد کے بغیر گفتگو ہوتی ہے اور دونوں ملکوں کے درمیان نفرت نہیں بلکہ اسلامی محبت کار فرما دکھائی دیتی ہے اور ہندوستان میں بھی "تھوک کر پانی پلانے والی سازش" کافی حد تک بے اثر ہو چکی ہے۔ بہر حال دونوں جماعتوں کے درمیان اتحاد و برادری کا ماحول اور اس تقریب مذاہب کو فال نیک کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ حکومتی عہدے سے بے نیازی:

ساری دنیا اس حقیقت کا اعلانیہ اعتراف کرتی ہے کہ انقلاب اسلامی ایران کی قیادت کے فرائض امام خمینیؒ نے انجام دئے ہیں اور اسلامی انقلاب کے موجودہ قائد آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے امام امت کی وفات کے بعد تشکیل ہونے والی پارلیامنٹ کے پہلے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے ٹھیک ہی ارشاد فرمایا ہے کہ "امام خمینیؒ کے نام کے بغیر دنیا کے کسی گوشے میں بھی اس انقلاب کی کوئی شناخت نہیں ہے۔" لیکن امام خمینیؒ اپنی خواہش کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ کاش مجھے قائد ملت کے بجائے ملت اسلامیہ کے خادم کے نام سے مخاطب کیا جائے۔ اسلامی انقلاب کی ابتدا میں اپنی ایک تقریر میں امام خمینیؒ بادشاہ ایران کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے رضاخان! یہ تیرے نام نہاد سامراجی دوست یہ چاہتے ہیں کہ میں تیرے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کردوں اور ملت ایران تجھے ملک کی سرحدوں سے باہر نکال دے۔ لہذا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اسلام دشمنی سے باز آجا۔" ان جملوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاہ ایران کی اصلاح چاہتے تھے اس کے اقتدار سے ان کا کوئی سروکار نہ تھا۔ ملک میں اسلامی جمہوری حکومت کے قیام کے دوران انہوں نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا اور جب ان کے فرزند احمد خمینی مرحوم کو حکومتی عہدہ دینے کی تجویز پیش کی گئی تو آپ کو نے فرمایا کہ "احمد جہاں ہیں وہیں ٹھیک ہیں" اس کے علاوہ انہوں نے عملی طور پر اس اسلامی جمہوری پارٹی کو ختم کردیا جس کے ذریعہ پہلی مرتبہ ایران میں اسلامی جمہوری حکومت قائم ہوئی تھی۔

انہوں نے مذہب اسلام میں حکومت کے بنیادی تصور کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسلامی حکومت میں کسی بڑے عہدہ پر فائز ہونے کا مطلب ذمہ داریوں میں اضافہ

ہے عیش و عشرت کی مسند پر بیٹھ کر آرام کرنا نہیں ہے۔ ہر ایک کو اپنے جملہ اعمال کے لئے بارگاہ عالیہ خداوندی میں جواب دینا ہے۔ پس جس میں قربانی کا حوصلہ پایا جاتا ہو وہی اس میدان میں آگے قدم بڑھانے کی ہمت کرے۔ جب حکومتی عہدہ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے تو پھر کوئی پریشانی باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ ہر عمل کو انجام دیتے وقت وہ تو فقط خدا کی خوشنودی کو نگاہ میں رکھتا ہے اور حکومتی عہدہ کو خوشنودی الہٰی کا وسیلہ تصور کرتا ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ خوفناک بم کے دھماکوں میں پہلے ۷۲ افراد وارباب حکومت اور اس کے بعد صدر رجائی اور وزیر اعظم باہنر کی شہادت کے بعد بھی ملک میں کسی قسم کا کوئی انتشار برپا نہیں ہوا۔ اگر بات مسند اقتدار پر بیٹھ کر لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کرنے کی ہوتی تو پھر ان دھماکوں کے بعد ملک میں قتل و غارتگری کا بازار گرم ہو گیا ہوتا۔

۳۔ مذہب و سیاست کا تال میل:

پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰؐ نے دنیائے بشریت کے سامنے جو اسلام پیش کیا تھا اس میں مذہب اور سیاست کے درمیان علحدگی کے بجائے غیر معمولی تال میل دکھائی دیتا ہے اور قرآنی تعلیمات و سیرت واحادیث نبوی میں کہیں بھی اس بات کی نشاندہی نہیں کی گئی کہ سیاست کا مذہب اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ پیغمبر نے اپنی اسلامی سیاست کے ذریعہ اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے چنانچہ ہجرت کے کچھ ہی دنوں بعد مدینہ کے یہودیوں نے مٹھی بھر مسلمانوں کو اپنے مکر و فریب کے ذریعہ انصار و مہاجر کے نام سے دو گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا لیکن پیغمبر نے فوری پر "معاہدۂ اُخوت" کے ذریعہ اس سازش کو ناکام بنا دیا اور یہ اعلان فرمایا کہ اس معاہدہ کے تحت مہاجر و انصار ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور بات صرف اعلان کی حد تک

ہی محدود نہیں رہی بلکہ مسجد نبوی میں ایک مہاجر اور ایک انصار کو آپس میں ایک دوسرے سے گلے ملوانے کا اہتمام بھی کیا۔

اس کے علاوہ دوسری جگہ اسلام دشمن کفار ومشرکین مدینہ کے یہودیوں کی مدد سے اسلام کو پوری طرح نیست ونابود کر دینا چاہتے تھے لیکن پیغمبر اکرمؐ اپنی غیر معمولی سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے دشمن کی شرطوں پر ان کے ساتھ صلح کے لئے آمادہ ہوگئے جس کو تاریخ اسلام میں "صلح حدیبیہ" اور قرآن کریم میں "فتح مبین" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ پیغمبر کے اصحاب وغیرہ، جو عصر حاضر کے وزیر اور مشاور جیسے عہدوں سے کہیں زیادہ بلند مقام پر فائز تھے، دشمن کی شرطوں پر ہونے والی اس صلح حدیبیہ سے راضی نہ تھے پھر بھی پیغمبر اکرمؐ نے صلح کی جس کے دور رس اور مفید سیاسی نتائج بعد میں سامنے آئے۔ ان دو واقعات کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ جو اسلام لائے تھے اس میں دین وسیاست کے درمیان علحدگی نہیں بلکہ نزدیکی تال میل کی تاکید کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ انسانی معاشرہ کے نظم وانتظام کو بہتر ڈھنگ سے چلانے کا نام سیاست ہے لیکن جب اس کی آڑ میں مکروفریب کا کاروبار شروع ہوجائے تو پھر وہ اسلام محمدی والی سیاست نہ کہلائے گی اور ظاہر سی بات ہے کہ مسلمان علماء ودانشوروں کا ایسی مکر آمیز سیاست سے کوئی رابطہ کیسے رہ سکتا ہے۔ دھیرے دھیرے مکروفریب نے سیاست پر ایسا غلبہ حاصل کر لیا کہ مکروفریب ہی کو سیاست کہا جانے لگا اور ایک خوفناک اسلام دشمن سازش کے نتیجے میں دین اور سیاست کو سمندر کے دو کناروں میں تبدیل کر دیا گیا چنانچہ دشمن طاقتوں کو جب سیاست کا میدان مسلمان اور مخلص علماء اسلام سے بالکل خالی مل گیا تو ان لوگوں نے ماہر سیاسی کھلاڑی کی حیثیت سے خوب کرتب

دکھائے اور نوبت یہ آگئی کہ اسلام فقط مسجد کی چہار دیواری کے اندر محدود ہو کر رہ گیا اور اس کا خوفناک نتیجہ سلطنت عثمانیہ کے زوال کی صورت میں نظر آیا جس کی وجہ سے وسیع اسلامی علاقہ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہو گیا اور امریکہ نے ان چھوٹے چھوٹے ملکوں پر اپنے گماشتوں کو حاکم بنادیا۔ چونکہ ان لوگوں کو اقتدار کی گدی وہائٹ ہاؤس سے حاصل ہوئی تھی اسی وجہ سے ان لوگوں نے قرآن وسنت پر توجہ دینے کے بجائے امریکہ سے ملنے والی خفیہ ہدایات کی تعمیل کو واجب سمجھا اور اگر کبھی کسی مسلمان عالم دین نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا گیا کہ تمہارا میدان مذہب ہے تم تو فقط چند رکعت نماز کے قائد وامام ہو! خبردار سیاست کے میدان میں قدم رکھنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر دھمکی موثر نہیں ہوتی تھی تو مرموز انداز میں اس عالم دین کا کام تمام کر دیا جاتا تھا۔

شائد یہی وہ حقائق ہیں جن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے امام خمینیؒ نے جلاوطنی کے زمانے میں ہی اسلامی حکومت کا مکمل ڈھانچہ وخاکہ تیار کر لیا تھا چنانچہ تہران پہونچتے ہی انہوں نے مختلف سیاسی جماعتوں کی طرف سے کی جانے والی تجاویز کو رد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "ایران میں اسلامی جمہوری حکومت قائم ہو گی جس کی بنیاد قرآن اور حدیث پیغمبر ہو گی۔ اور ملک کی قیادت علماء اسلام کے ہاتھوں میں ہو گی۔ ہمارے نزدیک دین اور سیاست میں کوئی فرق وجدائی وعلحدگی نہیں ہے بلکہ دیانت عین سیاست اور سیاست دین کا اہم جز ہے کیونکہ ہم اسلام محمدی کے پیرو ہیں امریکی اسلام کے پیرو نہیں اور ہمارا کعبہ واشنگٹن میں واقع وہائٹ ہاؤس نہیں بلکہ سرزمین مکہ میں واقع حرم امن الٰہی ہے اور ہمارا ہر کام کسی دنیوی قائد ورہنما کی خوشی کے لئے نہیں ہے بلکہ ہم خوشنودی الٰہی کے خواہاں

ہیں۔ ہم ایسی سیاست کے پیرو نہیں ہیں جس میں دین کا مزاق اڑایا جاتا ہو بلکہ ہماری سیاست تو دین محمدی کے مطابق ہے۔"

۴۔ مسئلہ فلسطین و بیت المقدس:

انقلاب اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں ہی امام خمینی نے اپنے اسلامی موقف پر اٹل رہتے ہوئے یہ اعلان کر دیا تھا کہ سرزمین فلسطین میں اسرائیل کی تخلیق ایک عالمی اسلام دشمن منصوبے کی دین ہے۔ جی ہاں! یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کیونکہ کہ ۱۹۴۸ء سے قبل دنیا کے نقشے میں اسرائیل نام کا کوئی ملک دکھائی نہیں دیتا اور یہ ملک امریکہ اور برطانیہ کے باہمی تال میل کے ذریعہ عالم وجود میں لایا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ جاری رہے۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل ایران اور اسرائیل کے درمیان دوستانہ سفارتی تعلقات قائم تھے چنانچہ عرب اسرئیل جنگ کے دوران ایران نے اسرائیل کا بھرپور ساتھ دیا تھا اور اس وقت بھی جب اسرائیلی جنگی طیارے ایرانی ہوائی اڈوں سے تیل لیکر اڑان بھرتے تھے تو امام خمینیؒ انتہائی حسرت آمیز انداز میں ایرانی عوام و حکومت کے نام یہ پیغام جاری کیا کرتے تھے کہ "اللہ! اللہ! ہم ایرانیوں کی غیرت اسلامی کو کیا ہو گیا ہے کہ اسرائیلی جنگی جہاز ہمارے ہوائی اڈوں سے تیل لے کر اڑان بھرتے ہیں اور عرب مسلمانوں پر بمباری کرتے ہیں۔" امام خمینی کی یہ آواز صدا بصحرا ہو کر رہ گئی تھی کیونکہ اس وقت ایران میں امریکی اسلام کا دورہ تھا۔

لیکن فروری ۱۹۷۹ء میں ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد امام خمینیؒ نے حکم صادر فرمایا کہ تہران کی جس عمارت میں اسرائیلی سفارت خانہ تھا اسی میں آزادی

طلب فلسطینی تنظیم کا دفتر قائم کیا جائے اس کے بعد انہوں نے دنیائے اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے عالمی اسلامی برادری کو مسئلہ فلسطین کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو "عالمی یوم قدس" منانے کی اپیل کی جس کے نتیجے میں دنیا کے ہر گوشے سے اسرائیل مردہ باد کی آواز ابھرنے لگی اور ہر مسلمان یہ کہتا ہوا دکھائی دینے لگا کہ فلسطین اور بیت المقدس کا مسئلہ فقط عربوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم اسلامی مسئلہ ہے جس کا ساری دنیا کے مسلمانوں سے گہرا تعلق ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اس طرز فکر کی غیر معمولی مقبولیت نے امریکی اور اسرائیلی حکمرانوں پر دیوانگی طاری کر دی اور ان لوگوں نے دو طرفہ حملہ شروع کر دیا جس کا نشانہ ایران اور اسلام تھا۔

ایک طرف تو ایران پر وحشیانہ اور تباہ کن جنگ مسلط کر دی اور عرب ملکوں سے اربوں ڈالر کی قیمت لیکر عراق میں انسانیت سوز اور جان لیوا اسلحوں کا انبار جمع کر دیا تاکہ پوری دنیائے اسلام اس جنگ میں الجھی رہے اور دوسری طرف معاہدہ کیمپ ڈیوڈ کے ذریعہ اسرائیل کے یہودی حکمرانوں کے سامنے عرب حاکموں کی گردنیں جھکوادیں چنانچہ دنیا کی اکثر اسلامی حکومتوں نے اسرائیلی حکومت کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا اور اس معاہدہ کے تحت فلسطین کا ایک مختصر سا علاقہ یاسر عرفات اور فلسطینی مسلمانوں کے سپرد کر دیا گیا۔

لیکن امام خمینیؒ نے اس وقت اعلانیہ طور پر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ شرمناک معاہدہ محض اسلام دشمن سیاسی ہتھکنڈہ ہے اور مسلمانوں کو اس ہتھکنڈہ سے سے دور رہتے ہوئے اللہ کی ذات و اسلامی تعلیمات پر بھروسہ کرتے ہوئے پرچم توحید کے سایہ میں اسرائیلیوں کے خلاف اپنا مقدس جہاد جاری رکھنا چاہئے۔ فلسطینی مجاہدوں نے تو امام خمینیؒ کی آواز پر

لبیک کہتے ہوئے میدان جہاد میں قدم رکھ دیا لیکن فلسطینی قیادت امریکی اور یہودی فریب کا شکار ہو گئی اور قرآنی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یاسر عرفات اور عرب حکمرانوں نے اسرائیل سے دوستی قائم کرلی اور بظاہر یہ محسوس ہوا کہ مسئلہ فلسطین کا حل نکل آیا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک منصوبہ بند پروگرام کے تحت ایک طرف تو ایران عراق جنگ بندی کے بعد صدام کے ذریعہ کویت پر حملہ کروادیا تاکہ اسی بہانے خلیج فارس کے علاقے میں امریکہ کو طویل المدت ہوائی اڈہ اور فوجی چھاونی کی سہولت حاصل ہو جائے اور دوسری طرف عراق میں مہلک اسلحوں کی نابودی کے نام پر ہر روز عراقی علاقوں پر بمباری کا جواز حاصل ہو جائے اور دوسری طرف کسی نہ کسی بات کو بہانہ بنا کر فلسطینی مظلوموں پر نام نہاد آزاد فلسطین کی محدود سرحدوں کے اندر اسرائیلی جلادوں کے ذریعہ گولیاں برسانے کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے چنانچہ آج کوئی بھی دن ایسا نہیں گزرتا جس دن اسرائیلی فوجی فلسطینی عوام کو اپنی گولیوں کا نشانہ نہ بناتے ہوں لیکن اب بھی ان عرب حکمرانوں کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہو رہا ہے۔ اگر ان لوگوں کو واقعی احساس ہو جائے کہ فلسطینی مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ پرچم توحید کے سایہ میں اپنی مسلح جدوجہد کو جاری رکھنا ہے اور یہ کائنات امریکی اقتدار میں نہیں بلکہ مالک کائنات کی عدیم المثال ولایزال قدرت کے سایہ میں زندگی بسر کر رہی ہے تو فلسطین کی آزادی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

۵۔ اسلامی بیداری و پرچم اسلام کی سربلندی

امام خمینیؒ نے اپنے اسلامی انقلاب کے شروع ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ ہم ملت اسلامیہ عالم کے درمیان سیاسی بیداری اور بین الاقوامی سطح پر پرچم اسلام کی عظمت

وسربلندی کے خوہاں ہیں۔چونکہ ان کے اس الٰہی مشن سے امریکی مفاد کی خلاف ورزی ہورہی تھی لہذا شاہی حکومت نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ محرم کے دوران اپنی تقریروں میں یہ نہ کہیں کہ اسلام خطرے میں ہے۔امام خمینیؒ نے شاہی حکومت کی تجویز ٹھکرادی جس کے نتیجے میں انہیں طرح طرح کے مصائب جھیلنے پڑے۔۱۵ خرداد یعنی ۵ جون کو شاہی فوج نے رضاشاہ کی کمانڈر شپ میں تہران کی سڑکوں پر ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ ایرانی عوام کا وحشیانہ قتل عام کیااوراس کے بعد انہیں دربدری کی زندگی بسر کرنے کے لئے ملک کی سرحدوں کے باہر نکال دیا گیا۔

چودہ برس کی جلاوطنی کے بعد جب وہ وطن واپس آئے تو اعلان کیا کہ انقلاب کا مقصد پرچم اسلام کی سربلندی ہے اور ہم اس انقلاب کو پوری دنیا میں برآمد کر کے عالمی فضا میں اسلام کا پرچم لہرائیں گے۔ان کی اس بات سے اسلام دشمن طاقتوں نے عالمی ذرائع ابلاغ کی مدد سے پروپگنڈہ شروع کر دیا کہ خمینی عالمی سطح پر اسلامی بنیاد پرستی پھیلانا چاہتے ہیں۔درحقیقت اسلامی انقلاب کی برآمدگی سے امام خمینی کی مراد یہ تھی کہ عالمی سطح پر مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہو جائے اور مسلمان اسلامی مفاد ومصالح کی طرف متوجہ ہو جائیں اوران کے دل ودماغ سے یہ وسوسہ نکل جائے کہ اسلام میں موجودہ اور آئندہ صدیوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے بلکہ انہیں یہ یقین ہو جائے کہ اسلام خداوند عالم کا پسندیدہ ترین دین ہے جس میں قیامت تک آنے والے انسانی معاشروں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

شائد یہی وجہ تھی کہ اپنے دور کی دوسری طاقت کے سربراہ میخائل گورباچیف کے نام اپنے تاریخی پیغام میں امام خمینیؒ نے نہایت واضح لفظوں میں اسلام قبول کرنے کی

دعوت دی تھی اور یہ کہا تھا۔ "آپ جس کیمونزم کی بات کر رہے ہیں وہ اب لوگوں کی زندگی میں نہیں بلکہ عجائب گھروں میں ملے گا... لہٰذا میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے ماہرین کے ذریعہ اسلام کا مطالعہ کرائیے اور اگر یہ آپ کی ضرورتوں کو پوری کرتا ہو تو اسلام قبول کر لیجئے کیونکہ فقط اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔"

دوسری طرف جب سامراجی اسلام دشمن سازش کے نتیجے میں سلمان رشدی نے "شیطانی آیات" نامی کتاب شائع کی تو امام خمینیؒ نے قومی مفاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا تاریخ ساز فتویٰ صادر کرنے میں کسی دوسری مصلحت کی قطعی پرواہ نہیں کی اور ارشاد فرمایا کہ "رشدی نے ہمارے پیغمبر عظیم الشان کی اہانت کی ہے لہٰذا وہ واجب القتل ہے۔" یہ فتویٰ جاری ہوتے ہی رشدی زندہ درگور ہو گیا اور جب تک امام خمینیؒ حیات رہے رشدی اپنے سایہ سے بھی خوفزدہ رہا۔ ایرانی حکومت اور عوام دونوں کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی اور ایران کو بین الاقوامی دہشت گردی کا سرغنہ بھی قرار دیا گیا اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں رونما ہونیوالے دہشت گردی کے واقعات کو ایرانی عوام و حکومت سے جوڑا جانے لگا لیکن ایرانی عوام و حکومت اور مذہبی قیادت نے اس کی قطعی پرواہ نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ فتویٰ تو واپس نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی واپسی کا حق اسی کو حاصل ہے جس نے اس کو صادر کیا ہے۔" دراصل رشدی اپنی اس کتاب کے ذریعہ اسلام کی ذلت و رسوائی اور نوجوان مسلمانوں کی حوصلہ شکنی چاہتا تھا تاکہ نوجوان مسلمانوں میں عظمت کردار کا جو تصور ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغدار ہو جائے۔ بھلا پرچم اسلام کی سربلندی چاہنے والے امام خمینیؒ کو یہ کیسے برداشت ہو سکتا تھا۔

٦۔ اللہ کی ذات پر ان کا اٹوٹ بھروسہ

امام خمینی کو اپنے اللہ کی ذات پر اٹوٹ بھروسہ تھا اور وہ اس بھروسے کو ملت اسلامیہ عالم تک منتقل کر دینا چاہتے تھے۔ شائد یہی وجہ تھی کہ اسلامی جمہوریہ ایران کی تشکیل کے بعد انہوں نے حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو مخاطب کرتے ہوئے جگہ جگہ پر یہ بات کہی ہے کہ آپ لوگوں کو اپنے جملہ اعمال کے سلسلے میں بارگاہ عالیہ میں جواب دینا پڑے گا لہذا ہمہ وقت اور ہر حال میں اس کی رضا و خوشنودی کا خیال رکھیں اور راضی بہ رضائے الٰہی رہیں۔

واضح رہے کہ اللہ کی ذات پر اٹوٹ اعتماد انسان میں غیر معمولی پختگی پیدا کر دیتا ہے اور وہ آہنی عزم و حوصلے کا حامل ہو جاتا ہے۔ عراق میں جلاء وطنی کی زندگی کے دوران شاہ ایران نے بعثی حکومت کے جلادوں کے ذریعے امام خمینی کے بڑے بیٹے حجت الاسلام مصطفیٰ خمینی کو قتل کروا ڈالا اور اخباری نمائندوں کے ذریعہ جب ان کے تاثرات معلوم کئے تو امام خمینی نے ارشاد فرمایا کہ ”خداوند عالم نے اپنی دی ہوئی نعمت کو اپنی بارگاہ میں واپس بلالیا ہے اور یہ پروردگار عالم کی پوشیدہ نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔“ ذات باری میں اپنے غیر معمولی اعتماد کے ذریعہ انہوں نے ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دئے ہیں جو انسانی عقل کے دائرے سے باہر معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً اسلامی حکومت کے قیام کے بعد جیسے ہی انہوں نے یہ نعرہ لگایا کہ اسلامی جمہوریہ ایران کی خارجہ سیاست کی بنیاد ”لاشرقیہ ولاغربیہ“ ہے۔ ان کے اس اعلانیہ بیان پر دشمنوں کو چھوڑئے ایرانی ماہرین سیاست انگشت بدنداں رہ گئے کیونکہ اس زمانے میں، جبکہ پوری دنیا دو بڑے قطب یعنی روس اور امریکہ کے درمیان بٹی ہوئی تھی، یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا

کہ دنیا کا کوئی بھی ملک دونوں بڑی طاقتوں کی تردید کر کے زندہ رہ سکتا ہے لیکن امام خمینیؒ نے یہ ثابت کر دیا کہ خدا کی لازوال طاقت پر بھروسہ کرنے والا دنیا کی بڑی طاقتوں کو خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ چنانچہ مسلط کردہ جنگ کے دوران عربوں کی دولت اور دونوں بڑی طاقتوں کی بھرپور حمایت کے باوجود عراقی فوج ایران کو شکست نہ دے سکی اور اجب امریکہ نے مسافر بردار ایرانی ہوائی جہاز کو مار گرایا جس میں ۳۵۰ سے زیادہ بے گناہ مسافر جاں بحق تسلیم ہوگئے تب امام خمینیؒ نے جنگ بندی تسلیم کر لی تھی۔

اسی طرح جب تہران میں واقع امریکی سفارتخانے پر، جس کو جاسوسی کا اڈہ کہا جانا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے ، ایرانی طالب علموں نے قبضہ کر لیا اور سفارت کاروں کے لباس میں جاسوسی کا کام کرنے والے امریکی سفارت کاروں کو یرغمالی بنالیا گیا اور جمی کارٹر کا صدارتی چناؤ ان یرغمالیوں کی رہائی سے جڑ گیا تھا اور امام خمینیؒ نے عیسائی مذہبی رہنما پوپ کی اپیل کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ امریکہ میں صدارتی چناؤ کے ختم ہوتے ہی ان یرغمالیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن صدر امریکہ ان سفارت کاروں کی فوری رہائی چاہتے تھے لہذا فوجی کارروائی کے ذریعہ ان یرغمالیوں کی رہائی اور امام خمینیؒ کے اغواء کا منصوبہ بنایا گیا اور اس فوجی آپریشن کے لئے دو امریکی جنگی ہیلی کاپٹروں نے تہران کی طرف اڑان بھری۔ اور جب وہ ایرانی فضا میں داخل ہوگئے تو اس کا ذکر امام خمینیؒ سے کیا گیا۔ انہوں نے غیر معمولی اطمینان کے ساتھ فرمایا تم لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو خداوند عالم کی مرضی و مصلحت ہوگی وہی ہوگا۔ چنانچہ وہی ہوا اور امریکی جنگی ہیلی کاپٹر "طبس" کے ریگستان میں آپس میں ٹکرا کر چکنا چور ہوگئے۔ جیسے ہی امام خمینیؒ کو اطلاع ملی انہوں نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا

کہ ابرھہ کے لشکر سے خانۂ کعبہ کی حفاظت کرنے والا خدا ہم لوگوں کا محافظ ہے۔" ظاہر ہے کہ یہ اطمینان معرفت خداوندی کے سمندر میں غوطہ لگانے کی بعد ہی نصیب ہوا کرتا ہے۔

اسلامی حجاب وانقلاب، مسلم خواتین اور امام خمینیؒ:

انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی سے قبل مسلمانوں کے درمیان حجاب یا پردہ کے سلسلے میں یہ طریقہ رائج تھا کہ مسلمان خاتون اپنے پورے جسم کو اس طرح چادر یا نقاب سے ڈھانک کر چلے چنانچہ کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ سکے اور اس کا پورا جسم کپڑے سے چھپا رہتا تھا صرف آنکھ کی جگہ نقاب میں دو چھوٹے سوراخ ہوا کرتے تھے۔ مسلمان خواتین کے اس روایتی حجاب پر اسلام دشمن طاقتوں کے ذریعہ اکثر یہ تنقید کی جاتی تھی کہ اسلام خواتین کو گھر کی چہار دیواری میں مقید رکھتا ہے۔ اسلام خواتین کی تعلیم کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا ہے اور زچگی و امور خانہ داری کے علاوہ اسلام عورتوں کو کسی دوسرے کام کے لائق نہیں سمجھتا ہے۔

چنانچہ عالمی سامراج کے اس پروپگنڈہ کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ایران میں اسلامی حکومت کے قائم ہوتے ہی مغربی ابلاغ عامہ نے یہ اعلان کرنا شروع کردیا کہ اسلامی حکومت کے دور میں ایرانی خواتین کو کالج اور یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ملازمت کرنے کی اجازت نہ ملے گی۔ اس زہر آلود پروپگنڈہ کا یہ اثر ہوا کہ انقلاب کی کامیابی کے ابتدائی ایام ہی میں ایرانی خواتین نے ایک بڑے مظاہرہ کا اہتمام کیا اور باقاعدہ تہران کی سڑکوں پر نعرے لگائے کہ "ما چادر نمی خواہیم" یعنی ہم پردہ نہیں چاہتے۔

امام خمینیؒ فوراً سمجھ گئے کہ یہ عالمی سامراج کی اسلام دشمن سازش کا نتیجہ ہے چنانچہ شام کے وقت انہوں نے ریڈیو تہران کے ذریعہ فقط ایران ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی مسلم خواتین کے نام ایک پیغام جاری کیا جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "ما مخالف زنان نیستم۔ اسلام مخالف زنان نیست۔ ما مخالف فحشا گری ہستیم۔" یعنی ہم عورتوں کے مخالف نہیں ہیں۔ اسلام عورتوں کا مخالف نہیں ہے بلکہ ہم فاحشہ گری کے مخالف ہیں۔ اسلام نے عورتوں کے ذاتی اور اجتماعی وقار کے تحفظ کا اہتمام کیا ہے۔ اسلام نے عورتوں کی تعلیم کی حوصلہ افزائی کی ہے اور مسلم خواتین اسلامی حجاب کے دائرہ میں رہ کر مردوں کے شانہ بشانہ اپنی پسند کا کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ ہم عورتوں کو مردوں کے ہاتھ کا کھلونا نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورتوں کی تربیت کے سایہ میں ہی مرد معراج حاصل کرتا ہے۔"

امام خمینیؒ کی اس تقریر نے مسلم خواتین کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا اور نوبت یہ آگئی کہ آج وہ ساری دنیا کے لئے اسلامی حجاب کا نمونہ بنی ہوئی ہیں اور تازہ ترین اطلاع کے بموجب ایران میں تعلیم حاصل کرنے والی موجودہ نسل میں سے ۵۴ فیصد لڑکیاں ہیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور تعلیم بالغاں تحریک کے زیر سایہ ملک کے ۹۰ فیصد لوگوں کو ابتدائی تعلیم کی دولت سے مالامال کیا جا چکا ہے اور سر دست زندگی کا ایسا کوئی شعبہ نہیں ہے جس میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ ملک کی تعمیر و ترقی میں نہ لگی ہوئی ہوں۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ابتدائی دور میں فرانسیسی اخبار لی مونڈ کے نمائندہ نے امام خمینی سے کہا تھا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے ایران کو ترقی کے سو سال پیچھے

ڈھکیل دیا ہے تو امام خمینی کا جواب یہ تھا کہ ہم تو چودہ سو سال پیچھے ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ بہر حال اس وقت ممکن تھا کہ اس جملے کی اہمیت لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی ہو لیکن آج یہ ثابت ہو گیا کہ امام خمینی اپنے اسلامی انقلاب کے ذریعہ ایرانی عوام کی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی ترویج کے خواہاں تھے کیونکہ بقول اکبر الہ آبادی عالمی سامراج نے اسلام کو قصہ ماضی بنادیا تھا اور مسلمانوں کی عملی زندگی میں اس کی جھلک بھی نہیں نظر آتی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ عالمی اسلامی برادری کا سیاسی اور سماجی شعور بیدار رہے اور اب اسلام کے خلاف بے بنیاد پروپگنڈوں کے ذریعہ مسلمانوں کو گمراہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور یہ سب کچھ امام خمینی جیسے باشعور قائد کی قیادت کے سایہ میں عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے والے اسلامی انقلاب کا عطیہ ہے۔

☆☆☆☆☆